

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

اسلام ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو اس سے آزاد زندگی گزارنا چاہیں۔ خدا کے احکام کے سامنے عاجزی سے سر جھکا دینے کے بجائے اپنی خواہشات، اپنے پسندیدہ نظریات اور غیر مسلم اقوام اور ملحدانہ تہذیبوں سے اخذ کردہ تصورات کو اس سے برآمد کرنا چاہیں یا اس میں ٹھونسن چاہیں۔ وہ کہ پہلے ایک نظریہ یا تصور یا خواہش کو اپنے لیے پسند کر لیں اور پھر یہ چاہیں کہ اسلام کا ٹھپہ اس پر لگا دیا جائے۔ وہ کہ عین کی مجموعی زندگیاں اسلامی اوامر و منہیات سے آزاد ہوں اور لے دے کے اپنے مطلب کے کسی ایک مسئلے اور نکتے کو اسلامی قرار دینے پر بسند ہوں۔

اسلام کا لفظ ہی تباراً ہے کہ اس کے معنی تسلیم فہم کر دینے کے ہیں اور اصطلاحاً مراد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول کی پیش کردہ شریعت کے سامنے طوع و رغبت سے تذلّل و عاجزی کے ساتھ جھک جانے کے ہیں۔ نہ کوئی غلط، نہ شکوہ، نہ غوغا، نہ مطالبہ نہ جدال، نہ کشمکش۔ بندوں کا حق صرف اتنا ہے کہ دین کے تقاضوں کو سمجھنے اور جاننے کی کوشش کریں۔ اور پھر اگر کوئی ایسا فیصلہ سامنے آئے جو باعث تکلیف و نقصان ہو، یا طبیعت کی ساخت کے مطابق نہ ہو، یا آباء کی روش کے خلاف ہو، یا احوالِ زمانہ کے دباؤ کی زد میں آجڑ ہو تو ان حالات کے علی الرغم اس کو اختیار کریں۔ ہو سکتا ہے کہ تقاضائے دین و شریعت کے تحت جان تک کی قربانی دینی پڑے یا مالی و اولاد اور کھیتوں اور باغوں کے پھلوں کا نقصان اور تجارت کا بحران آزمائش بن جائے یا آج کی سوسائٹی میں اونچا سٹیٹس نہ مل سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، خلفائے راشدینؓ اور ائمہ محدثین و اکابر فقہاء اور تمام سلفِ صالحین اور بعد کے آوار کے مخلصین و صادقین نے یہی مثال قائم کی ہے۔

مسکبِ اسلام کا مفہوم نہ صرف بندگانِ خدا نے صحیح طور پر سمجھا، بلکہ ساری کائنات اسی روش پر چل رہی ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات:

— اللہ نے کہا زمین و آسمان سے کہ وجود میں آ جاؤ، خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ دونوں نے کہا کہ ہم آگئے فرماں برداروں کی طرح! (حم السجدہ - ۱۱)

— اور زمین و آسمان میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ کے سامنے طوعاً یا کرہاً سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔ (آل عمران - ۸۳)

— اور زمین و آسمان میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ کے سامنے طوعاً یا کرہاً سجدہ ریز ہے (الرعد - ۱۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال:

— اور جب اُس کے رب نے اس سے کہا کہ جھک جاؤ تو اُس نے کہا کہ میں نے رب العالین کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ (البقرہ - ۱۳۱)

— اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالین کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں۔ (المومن - ۶۶)

— پس تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ سو اُسی کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ (النساء - ۳۴)

— اور کس کا دین اس سے بہتر ہے۔ جو اپنے منہ کے بل اللہ کے سامنے جھک گیا اور

وہ عملی زندگی میں احسان کیش ہے۔ (النساء - ۱۲۵)

لہٰذا سرکش انسانوں اور جنوں کے بھی اجسام و اعمال تمام تر اللہ کے قوانین کے اتنے تابع ہیں کہ باغیوں اور کافروں کو بھی زندگی کے اکثر امور میں اُس کے اقتدار کے سامنے سجدہ ریز رہنا پڑتا مگر یہ مجبوراً اطاعت کرنا کی تعریف میں آتی ہے جس پر غنا نہیں، لیکن مختصر سے دائرہ اختیار میں خدا نے جو آزادی دی ہے اس میں اکثر لوگ بطوع و رغبت اس کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔ (نہی)

— کیوں نہیں، جس نے اپنے چہرے (اپنی ہستی) کو اللہ کے سامنے جھکا دیا اور (عملاً) وہ احسان کیش ہے تو اُس کے اللہ کے پاس اُس کا اجر (محفوظ) ہے۔ (البقرہ - ۱۱۲)

اسی مفہوم کی بنا پر اسلام کا اصطلاحی مفہوم طے پایا۔ اسی معنی میں فرمایا کہ:

— اے ایمان لانے والو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ (یعنی زندگی کا کوئی پہلو خدا کے سامنے جھکا دینے سے مستثنیٰ نہ رکھو)۔ (البقرہ - ۲۰۸)

— میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا ہے۔ (المائدہ - ۳)

— دین (مسک زندگی) تو اللہ کی نگاہ میں بس اسلام ہی ہے۔ (آل عمران - ۱۹)

— اور جو کوئی اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے گا تو وہ (اللہ کے ہاں) قبول نہیں کیا جائے گا۔ (آل عمران - ۸۵)

اس سلسلے میں آیات بے شمار ہیں اور احادیث مزید برآں، مگر ایک مطلب اتنی ہی آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام انسانوں کا من گھڑت دین نہیں، خود ایجاد کردہ نظام حیات نہیں، دانشوروں کا تخلیق کردہ قانون و مسک نہیں کہ اُس کے متعلق نوچ کھسوٹ کا سلسلہ جاری رہے، ایک ادھر سے پکڑ کے کھینچے، دوسرا ادھر سے۔ کوئی ایک طرح کی بات کو اسلامی منوانا چاہے اور کوئی دوسری طرح کے نظریے کو اس میں گھسیٹنا چاہے۔ ایک فریق اپنی خواہشات اور دوسرا فریق اپنی تمنائیں پوری کرنے کے لیے بگٹھ قسم کی دلیل بازی کریں۔ کوئی جلو س ایک نقطہ نظر کو لے کر نعرہ بازی کرے تا مارچ کرے اور مظاہرین کا کوئی جھنڈا دوسری طرح کے کتبے اٹھائے سرعام آجائے۔

اسلام کے بیان کردہ مفہوم سے ظاہر ہے کہ یہ دینی ادب کا تقاضا کرتا ہے۔ آیات و نصوص کا احترام کیا جائے گا۔ اور مسائل کی سوچ بچار نہایت محتاط اور عاجزانه یا خدا ترستانہ طریق سے کی جائے گی۔ ورنہ اگر اسلام کو بے باک بحثوں اور بے نہایت مطالبوں کا تختہ مشق بنا لیا جائے تو پھر سرے سے وہ سپرٹ ہی کہاں رہی جس کے ہونے سے لفظ اسلام میں صحیح معنی باقی رہتے ہیں۔

دین و شریعت کے ادب کے متعلق ذیل کی تصریحات کافی ہوں گی :-

— اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے پیش قدمی نہ کرو۔ (المحجرات - ۱)

یعنی آگے بڑھنا اور بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا اور گستاخانہ انداز سے نکتے اٹھانا خدا و

رسولؐ اور ان کے دین و شریعت کے معاملے میں جائزہ نہیں ہے۔

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ شور مچا کر باتیں

کرو جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ (ان حرکات کی وجہ سے)

تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں اس (حادثے) کی خبر بھی نہ ہو۔ (المحجرات - ۱۲)

جو لوگ رسولؐ اللہ کے سامنے اپنی آوازوں کو لپست رکھتے ہیں درحقیقت وہی لوگ

ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لحاظ سے جانچ پرکھ لیا ہے۔ (المحجرات - ۱۳)

خدا کے دین کا ادب کرنے والوں کا معاملہ قرآن کے ساتھ کیسا ہوتا ہے۔

جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا تھا ان کو جب یہ قرآن سنایا جاتا ہے تو وہ

منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں: پاک ہے ہمارا رب، اس کا وعدہ تو پورا

ہونا ہی تھا اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ

جاتا ہے۔ (مقام سجدہ) (الاسراء - ۱۰۷ - ۱۰۹)

اسے (قرآن کو) سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب

سے ڈرنے والے ہیں اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب

ہو جاتے ہیں۔ (الزمر - ۲۳)

اور اے نبیؐ! بشارت دے دے عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو جن کا حال

یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ (الحج - ۳۲ - ۳۵)

اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو یہ اس کے رب کے نزدیک

خود اسی کے لئے بہتر ہے۔ (الحج - ۳۰)

لے کیا نثر یک مساوات و ترقی کی علمبردار خواتین امدان کے حامی مردوں کو بھی کبھی ایسا تجربہ پیش آیا ہے (نہی)

اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔
(الحج - ۳۲)

یہ زمانہ جب کہ دو تہذیبیں ٹکرا رہی ہیں، حد درجہ نازک دور ہے ایک طرف وہ تہذیب ہے جس کی جڑیں ہمارے سابق آقا اپنے امپریلزم کے دور میں ہمارے دلوں کے اندر اتار گئے ہیں اور پھر انہوں نے ایک طرف ڈپلومیٹک چال بازیوں اور قرضوں اور ایڈ کے ذریعے ہم پر اپنی غیر محسوس غلامی بدلی ہوئی شکل میں مسلط کی، دوسری طرف ہمارے ادب پر حکمرانی کرنے کے لئے اپنے ڈھب کا ایک ایسا زوردار طبقہ ذہنی صلاحیتوں اور عمدوں سے آراستہ کر کے چھوڑا کہ اس سے مسلمان اقوام کا جان چھڑانا مشکل ہو گیا ہے۔ دوسری طرف عالمی پراپیگنڈہ، ذرائع ابلاغ، تعلیمی نظام اور نصابی کتب، علمی لٹریچر، مشرقین کی تحقیقاتوں اور ثقافتی انداز و اطوار، دُفود کی آمد اور ماہرین کے تقرر سے ہمیں ذہنی طور پر اتنا زیر کیا ہے کہ بہت عرصے سے دین میں ترمیم و تنسیخ کی کوششیں جاری ہیں اور اب یہ تباہ کن سیلاب ہمارے حرم خانوں کی طرف ٹوٹ پڑا ہے اور عورت کو گھر سے نکال کر پردے سے آزاد کر کے، مساوات و آزادی کی مغربی تحریکوں سے مسحور کر کے، ہماری معاشرت کے مرکزوں کو تباہ کیا جا رہا ہے جہاں ہماری بنیادی قدریں کچھ نہ کچھ محفوظ تھیں۔ وہی عورت جو کل تک اسلامی اقدار کی رکھوالی تھی وہ اب خود طرح طرح کے مطالبے لے کر شریعت اسلام کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے تاکہ دشمن اسلام اہل مغرب کی تمناؤں کے مطابق یا تو سرے سے غلبہ اسلام کا خواب جامہ عمل نہ پہن سکے یا شریعت کا ایسا ستیاناس کیا جائے کہ آزادی، ہی آزادی باقی رہ جائے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ غیروں کے آلہ کار بننے والے طبقے خود اس حقیقت سے بھی تو واقف نہیں ہیں کہ وہ کٹھ پتلیاں ہیں بلکہ انہیں زعم ہے کہ وہ جدت اور ترقی کے نقیب ہیں۔

اب ان کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اسلام جو انقیاد (المسند) کا دین ہے اس میں اجتہاد کے نام پر کچھ ایسی ایجادیں کی جائیں کہ ماڈرن دین کے پیڑ پر مغربیت کے برگ و بار آنے لگیں۔

یہ صورتِ حالات کہ دین کے مسخ و تحریف کے تقاضے اٹھنے لگیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش آئی تھی۔ مخالف لوگ کہتے تھے کہ یہ قرآن اور دین تو بہت سخت ہے کوئی اور قرآن لائیے یا اس میں کچھ ہمارے رجحانات اور وقت اور ماحول کے تحت تبدیلی کر لیجئے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ جواب دلویا:

— اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ (آخرت میں) ہم سے ملاقات کالیتین نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ اس قرآن کے بجائے کوئی اور قرآن لے آویا (ذرا اجتہاد کر کے) اسے تھوڑا بہت بدل دو (تاکہ ہمارا بھی گزارا ہو سکے) ان سے کہہ دیجئے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے کہ میں اسے اپنی مرضی سے بدل دوں! میں تو صرف اس چیز کا پیروکار ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے (اس معاملے میں) اگر میں کوئی نافرمانی کروں تو میں یومِ عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (یونس - ۱۵)

— اور آپ ان کے درمیان اس (قانون) کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی (یا لحاظ) نہ کیجئے اور ہوش رہے کہ یہ لوگ خدا کے نازل کردہ (قانون) کے کسی حصے کے متعلق آپ کو فتنہ میں ڈال کر ذرہ برابر مغرّف نہ کر پائیں پھر اگر وہ روگردانی کریں تو جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے یہی چاہتا ہے کہ انہیں ان کے بعض جرائم کے نتائج سے دوچار کرے اور یقیناً لوگوں میں سے بہت زیادہ تعداد فاسقین کی ہے۔ (المائدہ - ۴۹)

— نہیں نہیں! اے محمد! آپ کے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات (اور اختلافی مسائل میں) یہ آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سرسری تسلیم کر لیں۔ (النساء - ۶۵)

— اے پیغمبر! آپ کے لئے باعثِ سنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیزگامی

۱۷۔ یہ آیت مسلمانوں سے متعلق ہے اور ان سے شرطِ ایمان کے طور پر چاہا گیا ہے کہ نہ صرف حضور کو محکم تسلیم کر لیں بلکہ فیصلوں کو بے چون و چرا قبول کر لیں اور ان کے دلوں کے اندر بھی کوئی تنگی یا بے اطمینانی باقی نہ ہو۔ یہ ہے خدا اور رسول کو شارع ماننے کا انداز، کجا یہ کہ (حادیث تو الگ ہیں قرآن کی آیات کے خلاف ہنگامہ آرائی کی جاتی ہے۔ (ن-م))

دکھا رہے ہیں، خواہ وہ ان میں سے ہوں کہ جو ممتہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے، ان میں سے جو یہودی ہیں..... وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں ایسا ایسا حکم دیا جائے تو مانو، نہیں تو نہ مانو..... ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت سزا۔ (المائدہ - ۴۱)

— اگر یہ آپ کو وحی کردہ تعلیم (وقانون) کے بارے میں فتنہ میں مبتلا کر سکیں کہ آپ ہمارے ذمے اس (نازل کردہ وحی) کے خلاف افترا باندھیں تو وہ یقیناً تم کو اپنا دوست بنالیں گے۔ (الاسرا - ۷۳)

— اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھنے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف سے آٹھک جاتے۔ (الاسرا - ۷۴) اس صورت میں ہم آپ کو زندگی میں موت کے بعد کا عذاب چکھاتے، اور آپ اپنے حق میں ہمارے سامنے کسی کو مددگار نہ پاتے۔ (الاسرا - ۷۴)

— کیا یہ لوگ دور جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں تو کہہ دیجیے کہ (یقین رکھنے والوں کے لیے اللہ سے بڑھ کر اچھا فیصلہ دینے والا کون ہے۔ (المائدہ - ۵۰)

تہذیبوں کی آمیزش کو سامنے رکھتے ہوئے کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انتباہ کیا ہے اور یہود سے گہرا رابطہ رکھنے کو نہ صرف جنگی اور سیاسی حالات کے لحاظ سے روکا گیا، بلکہ فکری اور ثقافتی اثرات سے بچنے کے لیے بھی۔ ملاحظہ ہو:

— اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو ہمدم و دمساز نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ہمدم ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ قلبی رابطہ رکھے تو پھر وہ انہی میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظلم کیشوں کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ - ۵۱)

دوسرے نظریوں اور دوسری تہذیبوں، دوسری تخریکوں اور دوسری معاشرتوں میں جذبہ ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سخت انتباہ کیا ہے، بلکہ ان کی لازمی شان ہی یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص عقائد و اقدار اور قوانین و اطوار کی گواہی دے کر اپنے جداگانہ وجود کا مظاہرہ کریں۔ باہر سے لاکر طور طریقے اسلام میں لا ڈالنے کے خلاف حکم ہے کہ ولا تلبسوا

الحق بالباطل - اغیار کے اطوار سے التباس پیدا نہ کرو۔

لوگوں کی ایک خاص قسم کا تذکرہ قرآن نے یوں کیا ہے:

— اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے۔
اگر فائدہ ہو تو مطمئن ہو گیا اور جو کوئی مصیبت آگئی تو اٹھا پھیر گیا۔ اس کی دنیا بھی گئی اور
آخرت بھی۔ (الحج - ۱۱)

یہ کردار آجکل بہت عام ہے کہ دین کے جو تقاضے پسندیدہ، آرام دہ اور فائدہ مند معلوم
ہوتے ان پر عمل کر لیا اور جن باتوں کو باعث مشکل پایا اور ان سے ڈر و گردانی کر لی، بلکہ
اب تیسری صورت یہ پیدا ہو گئی ہے کہ اپنی مرضی کا حکم نہ ملے تو پھر طبقاتی اور سیاسی دباؤ ڈالا
جائے کہ حکم ایسا اور ایسا ہونا چاہیے۔

اسی کردار کی وہ انتہائی شکل ہے جو منافقین میں پائی جاتی تھی کہ وہ تخریک اسلامی سے
تعلق بنائے رکھتے تھے، مگر اس تخریک کی قرآن نے تیز بارش سے مثال دی ہے کہ جس میں
تاریکیاں بھی ہیں (یعنی مشکلات)، اور بجلی کی چمک اور کڑک بھی ہے (یعنی جہاد کی دعوت بھی)
ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو وہ ایسا محسوس کرتے ہیں کہ وہ ان کی قوتِ لہارت
کو اچک لے گی، اور کڑک ہوتا ہے تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں ان کے عملی اقدام
کا حال یہ بتایا گیا ہے کہ:-

— جب ذرا کچھ روشنی انہیں محسوس ہوتی ہے تو اس میں کچھ دُور چل لیتے ہیں اور
جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (البقرہ - ۴)

کچھ ایسا ہی حال ہمارے دور کے مجتہدین کا — مردوں اور عورتوں کا — ہے کہ
آسانی ملے تو دو قدم اسلام کی راہ پر بھی چل لیے اور مشکل پیش آئی یا کوئی بات ناپسند ہوئی تو
ٹھٹک کر رہ گئے۔ یعنی کڑوا کر ڈوا محسوس، بیٹھا بیٹھا ہیپ۔

اس تفصیل میں مزید آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ دو آیات بطور آئینہ ہم میں سے

ہر فرد کے لیے کافی ہیں۔

اب تک بات قرآن کی ہوئی، اور اسی قرآن نے کہا ہے کہ من یطعم الرسول فقد اطاع اللہ (النساء - ۸)۔ پھر حضور کو تعلیم آیات کے علاوہ، تعلیم حکمت قرآن، تبیین قرآن اور تعلیم دین کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے بھی مامور کیا گیا۔

پس حدیث (سنت) بھی لازمہ دین ہو گئی۔ قرآن میں اس کے دلائل بے شمار ہیں اور صحابہؓ کی سوسائٹی، خصوصاً خلفائے راشدین اور بعد کے جمیع علمائے صالحین کا عملی رویہ یہی رہا کہ انہوں نے قرآن اور احادیث صحیحہ کو نص مانا۔ ان دلائل کو دہرانے کی اس وقت شاید ضرورت نہیں۔ اگر کوئی صاحب اس بارے میں الجھن میں ہوں تو وہ مشہور کتاب منصب رسالت (از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) ملاحظہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں قرآن میں بھی اور احادیث میں بھی تفرقہ فی الدین کی ایک اصطلاح استعمال ہوئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی نصومی کے حدود میں غور و خوض کر کے مزید نتائج مستنبط کرے۔ حضور نے محض قاریوں کے مقابلے میں اہل تفرقہ کو ترجیح دی ہے۔ اہل تفرقہ کی شان ایک تو اس آیت میں بیان ہوئی ہے :-

اور ان تک امن یا خوف کے متعلق کوئی اطلاع آتی ہے تو وہ اسے ادھر ادھر

پھیلتے ہیں اور اگر وہ رسول اللہ اور اپنے اہل امر کے سامنے پہنچا دیتے تو وہ لوگ اس میں سے (حقائق کا) استنباط کر لیتے۔ (النساء - ۸۳)

یعنی جنگ و صلح یا اجتماعی اہمیت کے دوسرے جو بھی معاملات اور مسائل پیدا ہوں ان کو یونہی پھیلا کر ان پر بحثا بحثی مشروع نہیں کر دینی چاہیے بلکہ (رسول اللہ کے بعد) انہیں ایسے اولی الامر کے سامنے لے جانا چاہیے جو واقعات و احوال میں سے امور ضروریہ اور حقائق قطعیہ کا استنباط کر سکیں۔ شرعی استنباط کی ذمہ داری ہر کہ و مہر کا کھیل نہیں ہو سکتی۔

اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور فرشتے اور

سب اہل علم جو راستی اور انصاف پر قائم ہیں اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ (آل عمران - ۱۸)

یہاں ”اولو العینم قائماً بالقسط“ کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بڑے اہم ہیں یعنی ایسے پابند انصاف، قائم بہ عدل اور بے تعصب، اہل علم کی گواہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی المیت کی صداقت کے لئے خود شمار کیا ہے۔

راسخون فی العلم کا استعمال۔ (النساء ۱۶۲)

پس دین میں مقام اعتبار اگر حاصل ہے تو ایسے اہل علم کو ہے جو ”قائماً بالقسط“ کی تعریف پر پورے اترے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اپنی خواہشوں اور احکام حق میں ہی تمیز نہ کر سکیں اور جو ایک حمد اور تہذیب کے رجحانات کی کجی کو پہچان نہ سکیں، وہ اگر کسی معاملے میں دعویٰ پیش کریں گے یا گواہی دیں گے تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا

ہر علم کی طرح اور ہر قانون کی طرح اسلامی شریعت کے تفصیلی احکام اخذ کرنے اور مختلف نوپیش آمدہ معاملات میں اجتہاد کرنے کے لئے بعض خاص صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے حضرت معاذ بن جبل والی مشہور عام حدیث فقہ واجتہاد کا ذکر کرنے والے اصحاب کو یہ بھی شاید معلوم ہوگا کہ خود قرآن کا جاننا کارے دار ہے۔ لغت اور صرف و نحو کی ضروری بات تو رہی الگ، نسخ منسوخ کا علم، خاص کو عام کرنے اور عام کو خاص کرنے والی آیات کا علم، شان نزول اگر واضح ہو تو اس کے ذریعے معانی کے تعین کی روشن صورتوں کا علم، عبارتہ النص سے کچھ احکام نکلتے ہیں، کچھ دلالتہ النص سے نکلتے ہیں، کچھ اشارتہ النص سے نکلتے ہیں۔ ان اقسام احکام کا علم سورتوں اور آیتوں کے زمانہ نزول اور اس وقت کے تاریخی احوال کا علم یہ سارا کچھ جمع کرنے کے بعد حضرت معاذ بن جبل کے راستے پر چلنا ممکن ہے۔

علاوہ ازیں احادیث کا وہ علم بہ لحاظ سلسلہ روایت، بلحاظ سلسلہ روایت، کمزور سلسلہ روایت پر گرفت کرنے کے لئے اسماء الرجال کا علم، احادیث میں ایک ہی امر کے لئے کئی طریقہ ماننے عمل کے

جو از کا علم، روایات کے تعارض کو رفع کرنے کی صلاحیت، ناسخ منسوخ کا علم، راویوں کی عمروں کا علم، اُن کے عقل و حافظہ کا علم، اُن کے کردار کا علم، اخبارِ آحاد کو وقیح بنانے والے دوسرے عوامل کا علم، کسی کمزور روایت کو صحابہ اور خلفائے راشدین کی عملی سنت سے تقویت ملنے کا علم، یہ ساری چیزیں بڑی محنت طلب ہیں۔

پھر جن ائمہ فقہانے فقہ کی عمارتیں کھڑی کی ہیں، ان کے اختیار کردہ (بلکہ استنباط کردہ) اصولوں کا تجزیہ، ان اصولوں کے انطباق کی مختلف مثالوں کا جائزہ۔ ان اصولوں سے پیدا ہونے والی مشکلات اور ان کا حل پھر سارے ائمہ فقہانے کے الگ الگ سسٹم کا شعور، پھر یہ جاننا کہ اُن کے متفق علیہ معاملات کیا ہیں۔

علاوہ ازیں عہد رسالت سے اب تک کا تعامل مسلسل یاد دوسرے پہلو سے علمی و فکری اجماع بجائے خود ایک بھاری قدر و قیمت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ میری امت (خصوصاً اس کے علماء) ضلالت پر کبھی مجتمع نہ ہوگی۔ نیز قرآن کا یہ کہنا کہ:

مگر جو شخص رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو، اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، در آں حالے کہ اس پر راہِ راست واضح ہو چکی ہو، تو اس کو ہم اسی طرف چلاؤ گے جو وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔

(النساء - ۱۱۵)

یعنی اگر رسول کے حدودِ اطاعت کے اندر ہو تو اہل ایمان کا اختیار کہ وہ طریقہ بجائے خود ایک حجت رکھتا ہے اور جو کوئی اسے چھوڑ کر، کوئی الگ رخ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف چلائے گا۔ یہاں تک کہ اسے جہنم میں جھونک دے گا۔

اہل علم نے اس آیت سے اجماع کا مفہوم اخذ کیا ہے۔ یعنی قرآن کے اتباع اور رسول کی اطاعت کے اندر رہتے ہوئے جو سبیل بھی کسی معاملے میں جمیع اہل ایمان اختیار کریں اسے ہر مسلمان کو قبول کرنا چاہیے۔ خصوصاً اگر کوئی طریقہ یا مسئلہ صحابہ کی سوسائٹی، خلفائے راشدین اور جمیع محدثین و نقباء کا متفق رہا ہو اس میں کوئی نیا راستہ نکالنا غلط ہے۔

ائمہ فقہاء نے قرآن کی ہر آیت کے ایک ایک لفظ کو جانچا ہے۔ محدثین کے ساتھ انہوں نے بھی ہر روایت کو کسوٹیوں پر پرکھا ہے۔ اور اس کے راویوں کا پورا پورا جائزہ لیا ہے، آیات و احادیث کے پس منظر کو سامنے رکھا ہے۔ ان کے انطباق کی جو مثالیں دورِ نبوت اور دورِ خلافتِ راشدہ میں پیش آئی ہیں، ان پر کاوش کی ہے۔ اور پھر وقت کے حاکموں کی گرفت سے اپنے علم کو آزا اور رکھنے کے لیے انہوں نے کوڑے کھائے ہیں اور جیلیں بھگتی ہیں، پھر اپنے اپنے ماہرِ علم و اجتہاد کو علماء اور طلباء کی کھلی مجلسوں میں پیش کیا ہے تب جا کر ان کے کام کو وہ مقام ملا ہے جو آج ہمارے سامنے ہے۔

پھر اس سارے سرمایہٴ علوم قرآن و حدیث و فقہ کو محفوظ رکھ کر آگے منتقل رکھنے والے قابلِ فخر کردار کو آج مولوی اور ملا کہہ کر اس لیے گالیاں دی جاتی ہیں کہ وہ اہل طلب کے حسبِ منشا فیصلے نہیں دیتا۔ یہ وہ کہ دار ہے جسے انگریز نے عزت و سربلندی کے مقام سے اتار کر نیچے دے پٹھا۔ مگر اس نے مایوس ہو کر دم توڑ دینے کے بجائے روکھی سوکھی کھا کر اور چٹائیوں پر بیٹھ کر اپنا فریضہ نہایت کٹھن حالات میں انجام دیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دین و شریعت کے اتنے راز داں اور علمبردار چاروں طرف موجود ہیں کہ دلیل اور پتہ کی رُو سے کسی غلط امر کے لیے کسی کی پیش نہیں جاتی۔

اس قوت کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلے تو دیت کے مسئلے پر وہ خواتین اٹھیں جن کے میک اپ اور نمائشِ زینت نے پہلے ہی معاشرے میں دھوم مچا رکھی تھی۔ اب وہ دلیل و بتیہ کی راہ چھوڑ کر منظر ہرے کرنے اور جلوس نکالنے پر اُتر آئی ہیں۔ یہ گمراہ جس کو قرآن میں حکمِ ستر و حجاب نہ ملا اور حدیث میں اخفائے زینت کی تاکید نہ ملی، جس نے آج تک کبھی کوئی کارنامہ اسلام کے حق میں اور مغربیت کے خلاف انجام نہ دیا، جس نے رقص و سرود کی مخلوط محفلوں کو زینت بخشی، جس نے قطاروں میں کھڑے ہو کر باہر سے آنے والے اغیار کا پوری نمائشِ عین کے ساتھ استقبال کیا، جس کے لیے سر پر دوپٹہ لگانا مشکل ہو رہا ہے، جن کے گھروں میں موجودہ دور کی ساری فضولیات کا دور دورہ ہے، جن میں سے بعض کو نمازوں کی توفیق نہ ہوئی ہوگی، انہیں ”اسلام کے قانونِ دین“ کی تصحیح کے لیے سخت بے تابی لاحق ہو گئی ہے۔ جیسے اسلام میں

یہی ایک حکم نازل ہوا تھا اور یہ درست ہو جائے تو پھر سب ٹھیک ہے۔

ان سے زیادہ افسوسناک وہ حضرات ہیں جنہوں نے ان کی حمایت کے لیے غلط طریقہ

اختیار کیا ہے۔ چوہدری الطاف حسین اور سعید حسن صاحب پر تو کچھ زیادہ گلہ نہیں، جناب

خالد اسحاق جیسے صاحبِ مطالعہ اور شرافت کیش قانون دان کا اس سطح پر آنا کہ انہوں

نے خلفائے راشدین اور چاروں ائمہ کرام اور تمام مشہور علمائے صالحین کے مقابلے

میں پوری اُمت میں سے دو ایسے افراد اصم اور ابن علیہ کو ڈھونڈ کر لاکھڑا کیا ہے، جو

معتزلی ہیں جو کتر سطح کے عالم ہیں۔ اور ان کے حوالے سے ہمارے سرمایہ علوم وفقہ

میں کوئی خاص اضافہ ثابت نہیں ہے۔ خالد اسحق صاحب بڑی وسیع "اسلامی"

لائبریری کے مالک ہیں، وہ پہلے ان دونوں حضرات کے حالات تو تفصیل سے پڑھ لیتے۔

خالد اسحق صاحب اپنی اس منفردانہ رائے پر اصرار کرتے ہوئے آگے بڑھنے کے بجائے

بہتر ہے کہ اپنے نقطہ نظر کو تبدیل کر لیں۔ جدید خواتین اور ان کا حامی طبقہ دنیا میں ان کا

نام اچھا ل سکتا ہے، اپنے اثر سے کام لے کر ان کو کوئی رتبہ و جاہ دلوا سکتا ہے، مگر آخرت

میں خدا کی گرفت سے یہ لوگ نہیں بچا سکتے، بلکہ ان کو تو خود اپنی پٹی ہوگی۔

دوسری طرف ایک فیصد خواتین جن میں افسروں اور بڑے ماڈرن گھروں کی بیگمات

شامل ہیں، انہوں نے عائلی قوانین کے سلسلے میں بھی اپنے مطالبات ایوب صاحب سے

منوا کر ان کی جبریت کے ڈنڈے کے زور سے جاری کرائے، پھر بھٹو صاحب جو ایسی خواتین

پر زیادہ ہی مہربان رہے ہیں، انہوں نے بھی ان خواتین کو نہ چھیڑا، اور اب صدر ضیاء الحق

صاحب نفاذ اسلام کا بڑا طوفانی پروگرام لے کے اُٹھے مگر عورتوں کی "نوج" کے

آگے ان کا آہنی جذبہ ایمانی بھی موم ہو گیا۔ اور انہوں نے قوانین کو شرعی سانچے میں

ڈھالنے کے لیے جو اسکیم شروع کی اس میں عائلی قوانین کو فوق الشریعت (یعنی اسلامی کونسل

اسمبلی، وزارتوں، عام اور شرعی عدالتوں اور مختلف کمیٹیوں اور بورڈوں کی دسترس

سے باہر رکھا۔

اب پھر یہ خواتین اخباری پروپیگنڈے، مذاکروں اور قراردادوں اور مظاہروں (جن کے پیچھے چاہے کتنی ہی کم تعداد پائی جاتی ہو) موجودہ مارشل لا حکومت پر یہ دباؤ ڈال رہی ہیں کہ وہ ان کو ان کے مغربی تصور مساوات کے مطابق شہادت اور دیت وغیرہ کے شرعی قوانین کو بدل کے دے۔ یعنی ایک بار یہ چیزیں جبریت کی فضا میں نافذ ہو جائیں تو پھر اور کس کی جبرأت ہوگی کہ وہ ان کے فیصل شدہ "حقوق" میں رد و بدل کر سکے، یہ لے اس حد تک بھی بڑھی ہے کہ عام گفتگوؤں میں بعض افراد نے تو یہ تک کہا کہ اگر شریعت ہمیں یہ حقوق نہیں دینی تو پھر ہم قرآن و حدیث کو کیا کریں۔

اب ذرا ان خواتین کے جذبات کی آئینہ دار ایک نظم بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مئی ۱۹۸۴ء کے پیر الڈ میں سعیدہ گزدر کی شاعری پر تبصرہ شائع ہوا ہے۔ اور اس میں جس شہ پارے کو خاص عقیدت و احترام سے پیش کیا گیا ہے، تبصرہ نگار نے یوں تعارف کرایا ہے

» قانون شہادت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے جو جنسی عدم مساوات کو مضبوط کرنا چاہتا ہے، سعیدہ گزدر، اس کے متعلق اپنی نظم "گواہی" میں لکھتی ہیں:-

"تم مجھ سے انسان کا درجہ چھینتے ہو
میں تمہیں جہنم دینے سے انکار کرتی ہوں
کیا میرے جہنم کا مصرف یہی ہے
کہ پیٹے میں بچہ پلتا رہے۔
تمہارے لیے اندھے، بہرے، گونگے
غلاموں کی فوج تیار ہوتی رہے۔
تم وہ کہتے ہو
ہم دو کروڑ عورتیں لے

لے کیا ان محترمہ نے ان دو کروڑ عورتوں سے پوچھ لیا ہے کہ وہ شریعت (باقی برصغیر آئینہ)

اس ظلم اور جبر کے خلاف
گو اہی دیں گے

جو قانون شہادت کے نام پر

تم نے ہمارے سروں پر مارا ہے۔

قانونِ خدا، قرآن کی آیت میں صریحاً مذکور! اور الزام ان لوگوں پر جو اس قرآن اور اس کے پیش کرنے والے رسول اور اس کے ارشادات اور نمونے پر عمل کرنے والے خلفائے راشدین، محدثین فقہا اور تمام علمائے سلف کے اس نسل اور اجماع کو پیش کیا ہے۔ دراصل علما کو ”تم“ کے لفظ کا جامہ پہنا کر سامنے رکھا گیا ہے اور ہدف اصلاً خدا اور رسول اور ان کی شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پستی سے ہم سب کو بچاتے اور خاک اس مغربی تصور مساوات پر جس کے یہ معنی ہوں کہ مختلف افراد میں تخلیقی، دماغی، مالی، تعلیمی، عدالتی، انتظامی، تعینات کار، دائرہ نمائے کار، آمدنیوں، مصارف، جرائم، مشاورت کسی بھی لحاظ سے کوئی فرق نہ ہو۔ ایک دیہاتی اور غیر تعلیمیافتہ احمق اور شائستہ صاحبِ علم شہری سب کو تمام معاملات میں دخل دینے کے مساویانہ حقوق دے دیئے جائیں۔

ماڈرن عورتوں کی اس فوج کے پیچھے کرسی نشین اور قلم کش لادینیت پسندوں کی ایک بھاری قوت کام کر رہی ہے۔ آج ہی نوائے دقت میں محترم ابن الحن صاحب کے یہ الفاظ حقیقت کو واشگاف کر کے سامنے رکھ دیتے ہیں کہ:

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

کے بارے میں کیا کہتی ہیں اور وہ کسی کو جنم دینے سے انکار کرتی ہیں یا نہیں۔ کیا وہ بھی شہادت میں برابری کے لیے ”گو اہی“ دیتی پھرتی ہیں۔ محترمہ کو ان ۵ ہزار خواتین ہی کا خیال کرنا چاہیے۔ جنہوں نے پچھلے دنوں کراچی کے جلسہ عام میں ان کے نقطہ نظر کے خلاف فیصلے کیے ہیں۔ آخر ان کے پیچھے بھی تو عورتوں کی کوئی تعداد ہوگی۔ سعیدہ گزدر صاحبہ نہاد و کروڑ عورتوں کو لے کر یہی تو یہ ”ذہنی اغوا“ ہے۔

وہ افسر شاہی جو ایوب خاں کے دور میں جبر و قدر کے امکانات سے روشناس ہوئی تھی، ذوالفقار علی بھٹو کے زمانوں میں آئین قضا و قدر سے آہنی واقف ہو گئی کہ ۱۹۷۷ء کے مارشل لا کے طفیل مختار کل بن گئی۔ افسر شاہی کے اس مکمل تسلط نے ایک عجیب اور ناگفتہ بہ صورتحال پیدا کر دی ہے کہ وہ ہر چیز جس کے ذریعے پاکستان کو فکری، قومی اور اخلاقی ترقی حاصل ہونے کا امکان ہو سکتا ہے سب سے اول عمال حکومت اور سرکاری مشینری کو ناقابل قبول ہوتی ہے۔ مثلاً معاشرہ میں دینی و امر و نہی کا نفاذ، قرآنی احکامات کی پابندی، اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے زندگی کے اصولوں کی بندے کے جاری کئے ہوئے اصولوں پر فوقیت، اسلامی قوانین کا اجراء، قومی زبان کو نظام تعلیم اور زندگی میں اختیار کرنا، مغربی طرز معاشرت، معیشت اور تعلیم میں قومی ضروریات کے مطابق ایسی تبدیلیاں لانا جن سے قومی زندگی میں خود اعتمادی اور توازن قائم کیا جاسکے۔ ان تمام گوششوں کی طرف صدر مملکت لاکھ شدت، دمناحت، قطعیت اور خلوص نیت سے اظہار خیال کریں، اس کی طرف توجہ محض مروتاً اور شرفاً حضوری کے تحت ہی ہوگی۔ ہر وہ تجویز جو چلتے ہوئے نظام اور طریقہ کار کی تبدیلی کے متعلق پیش کی جاتی ہے، تحقیر اور تشکیک کا شکار ہوتی ہے، افسر شاہی کے خیال اور بااثر حلقے اسے اس طرح فائل کی غلامی میں دے دیتے ہیں کہ وہ تجویز یا تو تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے یا اس شکل میں مسخ ہو کر سامنے آتی ہے کہ نئے مسائل اور برائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے آج کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ پاکستان میں کسی قسم کی تبدیلی جو پاکستان کے قومی تقاضوں یا اسلام کے احکامات سے ہم آہنگ ہونا ممکن العمل ہے کیونکہ اس قسم کی ہر تبدیلی سے کوئی بہت بڑا سانحہ، بہت بڑی آفت، بہت بڑا بھونچال آجائے گا۔

(نوٹ: وقت لاہور، ۲ جون، ادارتی صفحہ)

بہت اچھی تصویر حالات ہے۔ اس قوت کو تو معاشرے میں اٹھنے والی ایسی اختلافی لہروں کی برابر ضرورت ہے اور خصوصاً اسلام کے متعلق اسے یہ پسند ہے کہ مزاحم ذہنیتیں سلنے آئیں ورنہ

کم سے کم ہر معاملے میں انتشار انگیزی کے غبار اٹھتے رہیں۔ اس کام میں تفرقہ پر دار مولوی بھی، سیکولر ازم کے لیڈر بھی اور نفع اندوز اخبارات بھی ان کا پورا پورا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ اس بیوردگری کا ایک ہتھکنڈہ یہ ہے کہ پہلے ایک معاملہ اسلامی نظریاتی کونسل کو دیا جاتا ہے اس کا فیصلہ پسند نہیں آتا تو پھر ایک کمیٹی بنا دی جاتی ہے پھر کمیٹی کا فیصلہ مجلس شوریٰ کے سامنے رکھا جاتا ہے جہاں سے وہ مسترد ہو جاتا ہے پھر ایک اور وسیع تر کمیٹی بنا دی جاتی ہے اور پھر ایک اور انتشار انگیز رپورٹ آجاتی ہے۔ رہے رہے امور وفاقی شرعی عدالت کو تفویض کر دیئے جاتے ہیں۔ سیدھی سی بات کو اس طرح جان بوجھ کر الجھایا جاتا ہے اور اس کے لئے کمیٹیوں میں طرح طرح کے افراد کو جن جن کر شامل کیا جاتا ہے۔

اور نیک دل، صبر کیش صدر صاحب کے متعلق بھی محترم ابن الحسن کی بات سن لیجئے:

” صدر صاحب اس افسر شاہی پر ایسا اعتبار کرتے ہیں اور اس کا ایسا لحاظ اور پاسداری کرتے ہیں کہ اس کی گزارشات پر اور کانفرنسوں اور فائل پر کلیتہً اعتماد کرتے ہوئے سارا نظم و نسق اس کی مرضی اور حکمت عملی کے مطابق چلتا ہے۔“

آخری الفاظ :-

” آج کی قومی زندگی میں ایک جابر و قاہر افسر شاہی کے زبردست صابر و شاکر صدر مملکت، اور ایک اتنی ہی صابر و شاکر قوم اللہ سے دست بدعا ہے کہ اے باری تعالیٰ! ہمیں ہمارے اصل حکمرانوں اور غالبوں سے نجات عطا فرمائیے۔ یہ ہے اصل قوت اور اس کے ساتھ وہ ملحد اور اشتراکی دانشور اور غیر پرست اور علاقہ پرست لیڈر، تعلیم، اخبارات، ادب اور تقاریب کے ذریعے ہم آہنگی کا رشتہ رکھتے ہیں، اس ساری مجموعی قوت کی وہ تو ایک ذرا سی جھلک ہے جو آپ کو ان خواہین کی صورت میں نظر آئی ہے جن کی آواز براہ راست شریعت سے نکل رہی ہے۔“

ہمارے ہاں حاکمیت اور قانون کا سرچشمہ عوام نہیں ہیں، ہماری قانون سازی نصوص کے دائرے

میں نہیں، صرف مباحات اور نئے استنباطی و اجتہادی امور کے بارے میں ہم نصوص اور اجماع سے ٹکرائے بغیر فیصلہ کر سکتے ہیں، یہاں مغربی اور برطانوی لادین جمہوریت کا سا وہ طریقہ نہیں چل سکتا کہ لوگ داشتائیں رکھنے اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے قانون بنوالیں، وہ زنا بالرضا کو جائز قرار دلوالیں، وہ جب چاہیں ہم جنسیت کو پارلیمنٹ سے حلال تسلیم کر کے ہم جنسی شادیاں کھلم کھلا کرنے لگیں۔ اور اب تو ساسوں اور بہوؤں سے شادی کرنے کو جائز کر لیا جا رہا ہے۔

دعاں کی عورت مساوات حاصل کر کے جن اونچی ہواؤں میں اڑتی ہے ان کی وجہ سے مرد اب اسے نکاح میں لیتے پر آسانی سے تیار نہیں ہوتا۔ وہ برسوں مردوں کے پیچھے دوڑتی ہے ان کے ساتھ ”تجرباتی ازدواج“ کا عارضی دور (۲، ۲ یا ۴، ۴ سال) گزارتی ہے مگر آخر کار اسے کوئی نیا تجربہ کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح کی عورت اب شوہر سے بدکاری اور جرائم اور جنسی گندگی سے بھری ہوئی بلیو فلموں میں کام کرنے کے لئے سرمایہ داروں کے استحصال کا ستا شکار بن گئی ہے۔

معزز خواتین کرام! آج جس سڑک پر سفر کا آغاز بڑا معصومانہ سا دکھائی دیتا ہے آگے چل کر وہ بڑی ذلتوں اور گندگیوں کے گڑھوں میں گر جاتی ہے جہاں سے واپسی ممکن ہی نہیں ہوتی۔

پس بی بیو! مادہ پرست قوموں کی تمدانہ تمذیب و معاشرت کی نقالی سے بچو، یہ ترقی کی راہ نہیں، تباہی اور رسوائی کی راہ ہے۔ اس سے بچو اور مناسب وقت پر بچ نکلو!

اس طویل تحریر کو ختم کرتے ہوئے میں صرف ایک انتباہ دینا چاہتا ہوں۔

جس ملک کی شکل اور جس آزادی کا حصول اسلام اور خدا و رسول کے نام پر کیا گیا تھا اس میں اب اگر خلاف شریعت اعمال ہی نہیں، مخالف شریعت مظاہرے اور احتجاج بھی ہونے لگیں اور حکم و

لہ۔ علاوہ ازیں وہ عام ہوسناکی کا شکار بھی ہے شاید آپ نے آکسفورڈ یونیورسٹی کی اس رپورٹ کی خبر پڑھی ہو کہ برطانیہ کے عظیم مساواتی معاشرے کی اس اعلیٰ مخلوط درگاہ میں ساڑھے تین سو لاکھ لوگوں اور خواتین کو دباؤ کے تحت پروفیسروں اور منتظین نے نشانہ ہوس بنایا (وہ تعداد الگ ہے جو از خود شکار ہوتی ہے) تحریک کی گئی ہے کہ مخلوط نظام تعلیم کو ختم کیا جائے، ان تجربات کے باوجود انہی معائروں کی تقلید؟ استغفر اللہ! (ذ۔حی)

قانون کو اس کے معتمد علیہ جاننے والوں سے اصل حقیقت معلوم کرنے کے بجائے دین کے اندر مسخ و تحریف کا تقاضا کیا جانے لگے اور عین اس وقت جب دھوم دھام سے نفاذِ شریعت کا اعلان کرنے کے بعد نفاذِ شریعت ہی کی راہ میں محض جذباتی روڑے اٹکائے جانے لگے تو بڑی بھاری آزمائش کی بات ہے۔ ایسا معاشرہ خدا کی گرفت کے خطرے میں ہے۔ کیا تم لوگ بھول گئے جانوں اور عصمتوں کی اس تباہی کو جو تشکیلِ پاکستان کے وقت بھگتی تھی اور جسے قسط بہ قسط بھارت کے مسلمان بھگت رہے ہیں؟ کیا تم لوگ بھول گئے اس ذلت آمیز شکست کو، دشمنوں کی سازشوں اور اپنی نالائقیوں کے علاوہ ہماری اسلام گریز پالیسی پر ایک گرفت تھی جو جس کے نتیجے میں ۴۰ ہزار افراد لمبی مدت تک مہارتی کمپوں کے غیر انسانی حالات میں اسیر رہے اور جہاں معزز گھرانوں کی خواتین کو گندی نالیاں صاف کرنی پڑیں؟ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ ہم آج مشرق اور مغرب دونوں طرف سے ایسی طاقتوں میں گھرے ہیں جن میں کوئی بھی اگر ذرا سا بہانہ پیدا کر کے حملہ آور ہو جائے تو یہ حملہ ایک عذاب ہوگا۔ کیا تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اس وقت شہادت اور دیت کے شرعی قوانین پر لڑنے والی جدید خواتین کے ناموس کیسے شدید خطرے میں ہوں گے اور پوری قوم کی جانوں اور عصمتوں پر کیا آفت آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی شدید گرفت سے ہمیں محفوظ رکھے اور ہماری دفاعی قوتوں کو مضبوط اور سہل سے جذبہ جہاد کو سر بلند رکھے۔

بہر حال خدا اور رسولؐ کی شریعت کو مذاق بنانا، اس کے متعلق بات بات پر لڑائی چھیڑنا اور الجھنیں پیدا کرنا، دریافتِ حقیقت کے بجائے اپنی بات نظامِ دین میں ٹھونسنے کی مساعی، اور حقیقت سامنے آنے پر سر تسلیم خم کر دینے کے بجائے خدا اور رسولؐ کی تعلیمات کو کھلونا بنالینا ایسی حرکتیں ہیں کہ اگر لوگ ان سے توبہ نہ کریں گے اور باز نہ آئیں گے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ خدا اور رسولؐ سے اس طرح کا معاملہ کرنے والی مسلمان قوم جس نے آزادی اور جداگانہ مملکت کا حصول ہی نفاذِ اسلام کے لیے کیا ہو وہ کس طرح اور کب تک خدا کی گرفت سے بچی رہ سکتی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اور دوسرے تمام عناصر پر رحم فرما کہ ہمیں دینِ حق اور شریعتِ مطہرہ کی پیروی اور صحابہ اور محدثین اور ائمہ فقہاء اور جملہ علمائے صالحین کے ادب کی توفیق دے۔

آئندہ صفحات میں عورتوں کے حوالے سے دیت کے قانون پر جو بحث کی جا رہی ہے، اس پر علمی استدلال پیش کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ سلیم الطبع لوگوں کو اس سے پوری رہنمائی مل جائیگی اور اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ اگر کچھ عناصر معاشرے میں دین کے سامنے ان دلائل کے باوجود انحراف پسندانہ معاملہ کرنا چاہیں تو وہ جائیں اور ان کا خدا۔ دلیل کی دنیا میں اہل حق کسی فضول بات کو نہ چلنے دیں گے۔ جبریت کے حربے سے آپ اگر قرآن و حدیث کا حلیہ بگاڑنے میں کامیاب ہو جائیں تو ایسے فیصلے دیتے تک چلا نہیں کرتے۔ براہ کرم جو کچھ عرض کیا جا رہا ہے اسے غور سے پڑھیے۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔

(ادارہ)

ادارہ کے کرم فرماؤں سے ضروری التماس

• براہ کرم ادارہ کی طرف سے ارسال کردہ وی۔ پی۔ پی واپس نہ کریں
 خریداری یا آرڈر منسوخ کرانا ہو تو قبل از وقت مطلع فرمائیں۔
 وی۔ پی۔ پی واپس کرنا ایک اخلاقی کمزوری ہے اور اس سے
 ادارہ کو نقصان ہوتا ہے۔
 عینچر

ادارہ ترجمان القرآن لمیٹڈ۔ دربار مارکیٹ نزد ماٹور بار لاہور۔